دورِ جاہلیت: پستی اور بلندی
(علمی، عقلی، ادبی، وسعت اور گمراہی کا جائزہ)

ڈاکٹر محمد اسحاق
شعبہ عربی، جامعہ کراچی

ادب کی تعریف:

* کسی بات کو اس طرح بیان کرنا کہ سننے والے اور پڑھنے والے کے دل پر غیر معمولی اثرات مرتب ہوں۔

* جو کسی بھی زبان میں تخلیق ہوتا ہے۔(تحریر/تقریر) وہ اس زبان کا ادب کہلاتا ہے۔ خواہ اس کا تعلق مذہب سے ہو، سماجی زندگی سے، معاشی و سیاسی معاملات سے ہو، سائنسی تجربات اور فلسفیانہ افکار و نظریات سے ہو یا ناول، ڈرامے، شاعری یا گانوں سے ہو۔

ادب کا لفظ دورِ اسلام سے پہلے ان معنوں میں استعمال نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ کھانے کی دعوت کے بارے میں تھا۔ جدید عربی میں مأدبة دعوت کو کہتے ہیں۔ پھر یہ لفظ اچھے اخلاق کی دعوت دینے کے لئے استعمال ہونے لگا اس معنی میں یہ تبدیلی کیسے آ گئی؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ادب اصل میں دابۃ تھا۔ جو کہ مقلوب ہو کر ادبؐ بن گیا اور دابؐ کے معنی اب بھی

رویۂ طرزِ عمل اور اخلاق کے ہیں جیسے کہ قرآن مجید میں یہ لفظ اس طرح استعمال ہوا ہے۔

كَدَأبِ آلِ فرعون: آل فرعون کی روش کی طرح اَدَبٌ کا لفظ قرآن میں کہیں استعمال نہیں ہوا۔ البتہ بعض احادیث میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ دور جاہلیت کے بعض شعراء نے اسے اپنے کلام میں استعمال کیا ہے' مثال کے طور پر طرفة بن اَلْعَبد نے اسے یوں بیان کیا ہے۔

نَحنُ فِي الْمُشْتَاةِ نَدْعُوْ الْجَفَلٰی

لَا تَرىٰ اَلْآدَابَ فِيْنَا يَنْتَقِرُ

ترجمہ: سخت سردی کے موسم میں ہم تمام ہی لوگوں کو دعوت دیتے ہیں تم دیکھو گے کہ ہماری طرف سے دعوت دینے والا چھانٹی نہیں کرتا۔

اسلامی دور میں یہ لفظ اچھی عادات و اطوار کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

سماجی زندگی:

عرب سام بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ عربی اور عبرانی دونوں زبانوں کا اصل وطن ایک ہی تھا۔ پھر کچھ لوگ جزیرہ نمائے عرب میں آ گئے اور ان کی زبان' عربی زبان کہلائی ۔ سماجی حالت کے لحاظ سے یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ یمن اور اس کے ساحلی علاقے میں عربوں کی ایک حکومت تھی اور صحرائے عرب کے ہر علاقے میں مختلف حکومتیں تھیں اس لئے اس دور میں ان کا قبائلی نظام بڑا مضبوط تھا۔ وہ اپنے قبیلے کی خاطر جنگ کرتے تھے اور ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کے مدِ مقابل کے طور پر آتا رہتا تھا۔ یہ ان کی اجتماعیت کا نشان ہے۔ عربوں میں ان کی اجتماعیت کی بنیاد قبیلہ تھا۔ اس لئے ان کے ہر شعبہ زندگی میں حتی کہ شاعری کی بنیاد بھی قبیلے پر تھی۔ عربوں میں فخریا جھگڑے کی بنیاد قبیلہ تھا۔ قبیلے کا ایک سردار ہوتا تھا۔

اور کہا جاتا ہے کہ جزیرہ عرب میں سردار موروثی نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ اس کا باقاعدہ انتخاب کیا جاتا تھا۔ اس دور میں دنیا کی دیگر اقوام میں یہ روایت نہ تھی۔

عربوں کے ہاں سردار بننے کے لئے درج ذیل شرائط پر پورا اترنا لازمی تھا۔

سرداری کی شرائط

۱۔ اچھا شاعر اور خطیب ہو۔

۲۔ بہت زیادہ بہادر ہو۔

۳۔ اس کے اندر قائدانہ صلاحیتیں پائی جاتی ہوں۔

۴۔ اس کے پاس دولت ہو۔

۵۔ وہ کسی مضبوط اور معزز خاندان سے تعلق رکھتا ہو۔ خاندان کا شمار آخری درجے میں ہوتا تھا۔

خاندان میں باپ کو مرکزی مقام حاصل تھا۔ خاندان کی ساری چیزیں اسی کی ملکیت تصور ہوتی تھیں۔ گھر کا قوام مرد ہوتا تھا۔

معاشی نظام:

یمن اور اس کے گردو نواح میں رہنے والے عرب زراعت اور تجارت دونوں سے وابستہ تھے البتہ صحرائے عرب کے اکثر و بیشتر بدوؤں کا ذریعۂ معاش غلہ بانی تھا۔ ان صحرا نشینوں کی زندگی خانہ بدوشوں کی زندگی تھی۔ جہاں اپنے جانوروں کے لئے چارہ اور پانی پاتے وہاں خیمے گاڑ دیتے۔ چارہ اور پانی ختم ہونے پر دوسری چراگاہ کی تلاش میں نکل پڑتے۔ اسی چارے اور پانی کی تلاش میں ایک قبیلے کی دوسرے قبیلے سے جنگ ہو جاتی اور کبھی کبھی دو قبیلے اگر قریب قریب خیمے لگا لیتے تو مجنوں کی لیلیٰ پر نظر پڑ جاتی تو کہانی بن جاتی۔ عربوں کی اکثر و بیشتر داستانیں اسی قسم کا پس منظر رکھتی تھیں۔ دورِ جاہلیت کے وہ شعری مجموعے جنہیں المعلقات کہا جاتا ہے۔ ان میں اسی قسم کا پس منظر بیان کیا گیا تھا۔

دورِ جاہلیت کے علم و ادب کی حقیقت:

جاہلیت کا لفظ سنتے ہی عربوں کے دورِ جاہلیت کے بارے میں عام طور پر لوگوں کے ذہنوں میں عجیب و غریب تصورات قائم ہو جاتے ہیں۔ جس طرح آج کل کے ناخواندہ اور پسماندہ علاقوں کے لوگوں کی جو کچھ معاشرتی، ثقافتی، ذہنی، عقلی، فکری اور علمی کیفیات ہیں۔ اسی قسم کی کیفیات کا نقشہ دورِ جاہلیت کے عربوں کی معاشرتی، ثقافتی، علمی، فکری اور ادبی زندگی کے بارے میں عام لوگوں کے ذہنوں میں ابھرتا ہے۔ ان پسماندہ علاقوں کے لوگوں کو اپنے آقاؤں کی غلامی اور اپنے پیٹ کا جہنم بھرنے کے سوا کسی اور چیز کے بارے میں سوچنے کا موقع کم ہی میسر ہوتا ہے۔ لیکن دورِ جاہلیت میں عربوں کی کیفیت اس سے بہت مختلف تھی۔ جزیرہ نمائے عرب دورِ جاہلیت میں کبھی بھی کسی ظالم اور جابر بادشاہ اور حاکم کی غلامی سے دوچار نہیں ہوا۔ اس دور کی سپر پاورز بھی جزیرہ نمائے عرب پر براہ راست بھی اپنا اقتدار قائم کرنے کی ہمت نہ کر سکیں۔ رومی سلطنت اور ساسانی بادشاہت دونوں اپنے ایجنٹوں کے ذریعے اپنے مفادات کا تحفظ کرتی رہیں۔ جیسا کہ آج کی سپر پاورز امریکہ اور روس وغیرہ چھوٹے ممالک میں اپنے ایجنٹوں کے ذریعے اپنے مفادات کا تحفظ کر رہی ہیں۔

صحرا کی کھلی، وسیع و عریض صاف و شفاف فضاؤں میں جزیرہ نمائے عرب کے اہل علم و دانش زندگی کی بنیادی مسائل پر بڑی سنجیدگی سے غور کرتے رہے دورِ جاہلیت کی شاعری کی صورت میں عربوں کی جو علمی، فکری اور ادبی تخلیقات ہم تک پہنچی ہیں اس سے اس بات کی تردید ہو جاتی ہے کہ دورِ جاہلیت ہی دورِ جہالت ہے۔ نبی کریمؐ کی بعثت سے ۲۰۰ سال قبل کے زمانے میں دورِ جاہلیت کہا جاتا ہے۔ اس سے پہلے کے زمانے کو قدیم دورِ جاہلیت کہا جاتا ہے۔ عربی کے نامور ادیب جاحظ نے اپنی کتاب البیان والتبین میں دورِ جاہلیت کی تحدید کی ہے۔ ”اس کے قول کے مطابق بعثت نبویؐ سے ڈیڑھ سو سال اور زیادہ سے زیادہ ۲۰۰ سال کے زمانے کو دورِ جاہلیت قرار دیا جا سکتا ہے۔(۱)

اسی دور کے علم و ادب کے بارے میں جو تحریری سرمایہ ہم تک پہنچ سکا ہے اس سے پہلے صحرائے عرب میں جو کچھ علم و ادب پروان چڑھا وہ صحرا کی دبیز رایت میں مدفون ہے آثار وقرائن بتا رہے ہیں کہ عمارت عظیم تھی۔

جاہلیت کے معنی:

اردو زبان میں علم کی ضد جہل ہے۔ اور جہل کے معنی ہیں کہ نہ جاننا اور علم کے معنی ہیں جاننا جبکہ عربی زبان میں جہل کے وسیع معنی کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی ضد حلم بھی ہے اور علم بھی۔ حلم کے معنی بردباری کے ہیں، جہل کے معنی چھچھورا پن بیہودگی، حماقت، بیوقوفی، غیظ و غضب، درشتگی اور سختی اور ہلکے پن کے ہیں۔ (۲)

قرآن و حدیث میں اس لفظ کو مختلف معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ سورۃ البقرہ میں یہ لفظ اخلاق سے گری ہوئی حرکات، غیر مہذب رویے اور نامناسب، نازیبا کام کے لئے استعمال ہوا ہے۔

قَالُوْا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا، قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ (۳)

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ کیا آپ ہم سے مذاق کر رہے ہیں انہوں (موسیٰؑ) نے جواب دیا میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔

سورۃ الاعراف میں اس لفظ کا استعمال اس طرح ہوا ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ. (۴)

ترجمہ: عفو و درگزر کو اختیار کرو۔ نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔

سورۃ الفرقان میں یہ لفظ جس طرح استعمال ہوا ہے اس سے اس کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًاo.(۵)

ترجمہ: رحمٰن (اللہ) کے بندے (پسندیدہ) وہ ہیں جو زمین پر چلتے ہیں عاجزی کے ساتھ اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو۔

اسلام سے پہلے کے دور کو دورِ جاہلیت کیوں کہا جاتا ہے اس کی وضاحت ''سبع المعلقات'' کے ایک مشہور ومعروف شاعر عمرو بن کلثوم التغلبی کے اس شعر سے ہوجاتی ہے۔

اَلَا لَا يَجْهَلَنْ اَحَدٌ عَلَيْنَا

فَنَجْهَلَ فَوْقَ جَهْلِ الْجَاهِلِيْنَا(٦)

ترجمہ: خبردار! ہمارے سامنے کوئی ہرگز جاہل نہ بنے ورنہ ہم جاہلوں سے بڑے جاہل بن کر دکھادیں گے۔

عباسی دور کے مشہور شاعر ابوتمام نے مختلف شعراء کا کلام ایک کتاب میں جمع کیا اور اسے ''کتاب الحماسہ'' کا نام دیا گیا ہے۔ اس نے صدرِ اسلام کے شاعر مرّار بن سعید کے دو شعر نقل کئے ہیں جن سے جاہلیت کے معنی کی وضاحت ہوتی ہے۔

اِذَا شِئْتَ يَوْمًا اَنْ تَسُوْدَ عِشِيْرَةً

فَبِالْحِلْمِ سُدْ لَا بِالتَّسَرّعِ وَالشَّتَمِ

وَلَلْحِلْمُ خِيْرٌ فَاعْلَمَنَّ مَغَبَّةً مِن

الْجَهْلِ اِلَّا اَنْ تُشَمَّسَ بِالظُّلْمِ

ترجمہ: اگر تم چاہتے ہو کہ کسی دن تم قبیلے کے سردار بن جاؤ تو تم بردباری

کے ذریعے سردار بن سکتے ہو نہ کہ جلد بازی اور گالم گلوچ کے ذریعے۔
اور یہ جان لو کہ اکثر و بیشتر بردباری ہی اچھی ہے جہل کے مقابلے میں'
سوائے اس کے تمہیں ظلم کی آگ میں جلا دیا جائے۔

آج جاہلت کا لفظ اردو زبان میں جن معنی میں استعمال ہوتا ہے۔عربوں کے دورِ جاہلیت کے حوالے سے وہی معنی اگر اختیار کئے جائیں تو عقلی اور فکری بنیاد پر کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں اگر دورِ جاہلیت کے عرب عقلی' فکری اور ذہنی لحاظ سے پسماندہ تھے تو علیم وخبیر خالق کائنات نے ان عربوں کو ایسی کتاب کیوں دی جسے سمجھنے کے لئے عقل کی انتہائی پختگی' ذہن کی تیزی' شعور کی گہرائی' خیال کی رعنائی' احساس کی نزاکت اور ادبی لحاظ سے حسن و جمال کو سمجھنے کی صلاحیت ضروری ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عرب دورِ جاہلیت میں ادبی' عقلی اور فکری لحاظ سے پسماندہ نہ تھے۔ البتہ کئی قسم کی عقلی' فکری اور ادبی گمراہیاں ان کے مرد و زن میں پائی جاتی تھیں جس کی طرف قرآن مجید کی اس آیت سے بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَةِ الْأُولٰى(۲)

ترجمہ:ا۔ اور دکھلاتی نہ پھرو جیسا کہ دکھلانا دستور تھا جاہلیت کے وقت میں۔

۲۔اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی

۳۔ اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو۔

قدیم و جدید جاہلیت میں مماثلت:

آج بھی مغرب میں سو فیصد خواندگی کے باوجود قرآن کی اصطلاح میں جاہلیت اپنے عروج پر ہے۔ وہاں کے مرد و زن بڑی بڑی ڈگریاں رکھنے کے باوجود جاہلیت کے گہرے سمندروں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔نمود و نمائش سے بڑھ کر مرد و زن عریانیت میں حیوانوں کو شکست دے چکے ہیں۔ جنسی خواہشات کی غلامی میں درندوں سے آگے نکل گئے ہیں۔ اس

لئے مصر کے ایک مشہور ادیب سید قطب شہید نے مغربی تہذیب وتمدن کے بارے میں جو کتاب لکھی اس کا نام ''بیسویں صدی کی جاہلیت'' رکھا۔ تو ما قبل اسلام کی جاہلیت اور بیسویں صدی کی جاہلیت میں یہی قدریں مشترک پائی جاتی ہیں۔ قرآن کریم کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس بلند مقام پر فائز کیا ہے۔ جب انسان اپنی حیوانی خواہشات کی پرستش کرتے ہوئے قَعْرِ مذلّت میں گرتا ہے۔ اسی پستی اور ذلت کو قرآن جاہلیت کہتا ہے۔

انگلستان کے مشہور ادیب برناڈشا کی طرف ایک قول منسوب کیا جاتا ہے۔ ''آج کے انسان نے پرندوں کی طرح ہواؤں میں اڑنا سیکھ لیا' مچھلیوں کی طرح سمندر کی پاتال میں پہنچ گیا۔ لیکن سائنس کی ساری کی ساری ترقی میں ایجادات کے باوجود اسے ابھی زمین پر چلنا نہیں آیا۔''

اسی بات کی طرف اقبال نے اشارہ کیا ہے۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذر گاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سوچ کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

اسلام سے پہلے عرب جس قسم کی اخلاقی' معاشرتی ' معاشی اور سماجی برائیوں میں گرفتار تھے انہیں کو جاہلیت قرار دیا گیا ہے۔ ان میں ہر جگہ ایسے لوگ موجود تھے جو کچھ نہ کچھ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔'' اسی لئے غزوۂ بدر میں مکہ کے جو مشرکین گرفتار ہوئے ان میں سے بعض اسیروں کو اسی شرط پر رہائی دی گئی کہ وہ کچھ مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں گے۔''(۸)

جہاں تک زبان و ادب کی فصاحت و بلاغت کا تعلق ہے اس معاملے میں عرب دنیا

میں کسی کو اپنا ہم سر نہیں سمجھتے تھے۔ ہوسکتا ہے اس میں کسی حد تک مبالغہ ہو لیکن تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ دورِ جاہلیت میں بھی ہر قبیلے کے اکثر و بیشتر مرد و زن عشق سخن میں مگن تھے دورِ جاہلیت کی شاعری اس بات پر شاہد ہے کہ ان کی فکر میں بڑی وسعت تھی ان کے مشاہدے میں بڑی گہرائی تھی بلا کے ذہین تھے عقل و تدبر کی جتنی شاخیں پھوٹتی ہیں لکھنے پڑھنے کے سوا باقی تمام چیزوں میں وہ کسی بھی قوم سے پیچھے نہیں تھے۔ خانہ بدوشی اور لکھنے پڑھنے کے اسباب و وسائل نہ ہونے کی وجہ سے ان کی یہ چیزیں ضبطِ تحریر میں نہ آسکیں ان کے یہاں بھی فکر اور فلسفے کے وہ تمام معرکے سر ہوتے رہے جو یونان اور ہندوستان کی کتابوں میں ہمیں ملتے ہیں دراصل ساری انسانیت ایک وحدت ہے دنیا کے مختلف ادوار میں دنیا کے مختلف خطوں کے لوگ کم و بیش ایک جیسے ہی مسائل سے دوچار رہے۔ قرآن مجید نے مشرکین اور کفار کی جن فکری اور علمی گہرائیوں کا ذکر کیا ہے اس سلسلے کی آیات پر نظر ڈالنے سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ آج کا انسان بھی علم اور فکر کی اسی گھاٹی میں ہے۔

اسی سلسلے میں ہم قرآن کریم کی چند آیات کو استشہاد کے لئے پیش کرتے ہیں:

۱ . اِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا ' نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ.(۹)

ترجمہ: صرف ہماری دنیا ہی کی زندگی ہے یہیں جینا اور مرنا ہے اور ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔

۲. وَقَالُوْا اَنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا ' نَمُوْتُ وَنَحْيَاوَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ.ㅇ(۱۰)

ترجمہ:اور کہتے ہیں کہ ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کی ہے کہ مرتے اور جیتے ہیں اورہمیں تو زمانہ مار دیتا ہے اورانہیں تو اس کا کوئی علم ہی نہیں۔ صرف ظن (گمان) سے کام لیتے ہیں۔

۳. وَقَالُوْا اِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا أَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا.

ترجمہ: اور کہتے ہیں کہ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے تو کیا ہمیں اٹھایا جائے گا نئے سرے سے پیدا کر کے۔

۴. وَقَالُوْا أَءِ ذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ أَءِ نَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيْدٍ بَلْ هُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ .(۱۲)

ترجمہ: جب ہم زمین میں گم ہو جائیں گے کیا ہمیں نئے سرے سے پیدا کیا جائے گا بلکہ وہ لوگ اپنے مالک کی ملاقات سے ہی انکار کرنے والے ہیں۔

۵. وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوا اِذْ جَآ ءَهُمُ الْهُدٰى اِلَّا اَنْ قَالُوْا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَسُوْلًاo(۱۳)

ترجمہ: اور کس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا جبکہ ان کے پاس ہدایت آ چکی مگر یہ کہ وہ بولے کیا اللہ نے کسی بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

۷. وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْم o قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْ اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمo(۱۴)

ترجمہ: اور ہمیں مثالیں دیتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے کہتا ہے کہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جبکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہیں۔ کہو اسے وہی زندہ کرے گا جس نے اسے پہلی مرتبہ بنایا وہ ہر قسم کی مخلوق کا خوب علم رکھتا ہے۔

معجزۂ قرآن اور عربوں کا علمی و ادبی افق:

''دور جاہلیت میں عربوں کے علم و ادب کی کیا کیفیت تھی۔ ان کے افکار و نظریات کیا تھے ان کی معاشرتی اور معاشی زندگی کن بنیادوں پر قائم تھی

مختصر یہ کہ عربوں کی دورِ جاہلیت کی تاریخ کا سب سے مستند اور قابل اعتماد شک و شبہ سے بالاتر ذریعہ معلومات صرف قرآن ہی ہے۔"(۱۵)

اس لئے دورِ جاہلیت کی شاعری کے سارے سرمائے کو اگر بعد کے ادوار کی پیداوار قرار دیتے ہوئے من گھڑت قرار دے دیا جائے تب بھی ہمارے اس دعوے کو رد نہیں کیا جاسکتا کہ دورِ جاہلیت میں عرب ، ذہنی اور فکری لحاظ سے پسماندہ نہیں تھے البتہ گمراہ ضرور تھے۔ یہی بات جدید عربی ادب کے نامور محقق ڈاکٹر فاروق خورشید نے اپنی کتاب الروایۃ العربیۃ میں لکھی ہے:

"عربوں کو قرآن مجید کی ادبی اور علمی قدر و قیمت کا احساس کیسے ہوا اگر کسی محقق کے اس خیال کو صحیح مان لیا جائے کہ قرآن ایک عظیم الشان عمارت ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں۔ اس سے پہلے اس معاشرے میں اس کلام سے ملتا جلتا، فکر اور فن کے لحاظ سے کوئی کلام پایا ہی نہیں جاتا تھا ایسے کلام سے وہ (قرآن مجید) پہلے بالکل ناآشنا تھے۔ اس بات کو عقل تسلیم نہیں کرتی کہ ایسے لوگوں کے لئے ایسا فصیح و بلیغ قرآن نازل کیا گیا۔ بلکہ فطری اور منطقی بات یہ ہے کہ عرب دور جاہلیت میں ان اسالیب سے آشنا تھے۔ جو قرآن میں موجود ہیں۔ قرآن کا اسلوب ان کے لئے مانوس تھا ان کے جانے پہچانے اسلوب میں فکر اور فن کے لحاظ سے ایک غیر معمولی کتاب پیش کرکے اسے اللہ تعالیٰ کی وحی اور محمدؐ کی رسالت کی دلیل قرار دیا گیا۔"(۱۶)

دورِ جاہلیت میں عربوں کے علم و ادب کا میدان، زبان دانی، شاعری ، خطابت، ضرب المثال، قصے کہانیوں، ادبی میلے، علم الانساب ، طب علم الحیوانات ، ہواؤں کی گردش، بارشوں کی آمد، پانی کی موجودگی ، ستاروں کی گردش علم نجوم اور اجرام فلکی کے ذریعے اوقات اور

موسموں کا تعین، خوابوں کی تعبیر، جادو اور اس کے متعلقہ علوم، کہانت، فراست اور لکیریں اور تعویذ سازی تک پھیلا ہوا تھا۔ زبان دانی کے معاملے میں ان کے کارنامے نثر اور نظم دونوں میں تھے لیکن نثر کو محفوظ کرنے کے وسائل نہ ہونے کی وجہ سے نثر میں ان کی فصاحت و بلاغت کے جواہر پاروں سے ہم محروم رہ گئے۔ شاعری میں بھی بعد کے ادوار میں بہت کچھ اضافہ کیا۔ بہرحال ان کی شاعری کے جس کم سے کم حصے کو ناقدین نے صحیح مانا ہے وہ ان کی فصاحت و بلاغت کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ ماہرین لسانیات تو اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ دورِ جاہلیت میں عربی زبان جس بلند مقام پر نظر آتی ہے اس نے لازماً اپنے دامن میں کئی تہذیبوں کو سمیٹ لیا ہے گرامر اور جو قواعد دور جاہلیت میں موجود تھے وہ اتنے ترقی یافتہ تھے کہ آج بھی عربی زبان میں انہیں بنیادی قواعد پر رواں دواں ہے۔ دورِ جاہلیت کی زبان میں گرد و نواح کے اکثر و بیشتر اقوام کے الفاظ اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ عربوں نے ان اقوام سے بہت کچھ اخذ کیا ہے۔

مثال کے طور پر فارسی کے یہ الفاظ:

الکوز: کوزہ۔ الابریق: پلیٹ۔ الخوان: دسترخوان۔ الخز: ریشمی کپڑا
الفیروزج: فیروزہ۔ البلّور: چمکدار شیشہ۔ الکاک: کیک

لاطینی زبان کے یہ الفاظ:

فالودج: فالودہ۔ سکنجبین: لیموں کا شربت۔ الفلفل: مرچ

زنجبیل: ادرک/سونٹھ سجیل: سنگِ گل نرگس: نسرین، نیلا پھول

بنفسج: بنفشہ، سوسن پھول، یاسمین: چنبیلی، جلنار: گلنار، مسک: مشک، عنبر: کافور۔

انہوں نے بہت سے الفاظ یونانی زبان سے لئے۔ الفردوس جنت کا بلند مقام،

قسطاس ترازو، بطاقۃ کارڈ، اسطرلاب، پیانہ، قنطار، ڈھیر/ انبار، بطریق عیسائیوں کا پادری، تریاق: شفا بخش، قنطرۃ: پل اس کے علاوہ حبشی، عبرانی اور ہندوستانی کی کئی زبانوں کے الفاظ اخذ کئے جن میں سنسکرت بھی شامل ہے۔ جس کی تفصیل جرجی زیدان نے اپنی کتاب تاریخ ادب عربی میں بیان کی ہے۔

کسی قوم کی زبان کی وسعت اس قوم کی عقلی اور فکری وسعت پر دلالت کرتی ہے ،تہذیب وتمدن کی نزاکتیں ہوں یا سیاست کی پیچیدگیاں ہوں۔ لیلیٰ کی رعنائیوں ہوں یا مجنوں کی سرکشی ہو، مرد وزن کے لطیف سے لطیف جذبات اور احساسات ہوں یا حیوانات، نباتات اور جمادات کی ہزاروں انواع واقسام ہوں ہر ایک کے لئے دورِ جاہلیت کی زبان میں الفاظ کا وسیع ذخیرہ موجود ہے یہ الفاظ کی زرخیزی ،فکری اور عقلی زرخیزی کی پیداوار ہی ہوسکتی ہے جو قوم فکری اور عقلی لحاظ سے زرخیز نہ ہو اس کی زبان کا سرمایہ الفاظ اس کی غمازی کر دیتا ہے۔

مسلمانوں نے عباسی دور میں جب یونان اور ایران کے علوم وافکار ادب اور فلسفے کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا تو عربی زبان کے دامن کی وسعت نے ان سب کو اپنے اندر سمیٹ لیا۔ علم طب، کیمیا، علم حیوانات، ارضیات، جغرافیہ اور اخلاقیات کی باریک اصطلاحات عربی زبان میں موجود تھیں، دور جاہلیت میں عربوں کے علم وادب کے بارے میں اس مضمون کو ہم زہیر کے اس شعر پر ختم کرتے ہیں۔

مَا اَرَانَا نَقُوْلُ اِلّا مُعَارا

اَوْمُعَادًا مِنْ قَوْلِنَا مَکْرُوْرَا

ترجمہ: ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ ہم نے ادھار لیا ہے یا اپنی ہی باتوں کو دُھرایا جا رہا ہے۔

❁......❁......❁

مراجع ومصادر

۱۔ الحاجظ ابو البحر عمرو بن عثمان "الحیوان" ج۱ ، ص : ۷٤ ط : دار المعارف، قاهره۔

۲۔ لسان العرب (ابن منظور) ج : ٥ ص : ۱۱٥ ط : قم ایران

المعجم الوسیط (پروفیسر حسن الزیات) وغیره : ج ۱ ص ۱٤٤

ط: المکتبة العلمیة، طهران

۳۔ القرآن، سورة البقره ۲، آیة ٦۷

٤۔ القرآن، سورة الاعراف ۷، آیة ۱۹۹

٥۔ القرآن، سورة الفرقان ۲٥، آیة ٦۳

٦۔ الزوزنی احمد بن حسین: شرح سبع المعلقات : ط : قم ، ایران، ۱٤۰٥ھ ص : ۱٦۷

۷۔ القرآن، سورة الاحزاب ۳۳، آیة ۳۳

۸۔ پروفیسر ڈاکٹر جمیل احمد۔ دورِ جاهلیت میں عربوں کی علمی حیثیت۔ ماهنامه بینات کراچی، مارچ ۱۹٦۹ء ص ۲۲

۸۔۱ شبلی ، علامه نعمانی ، و ندوی، سید سلیمان:

سیرة النبی ﷺ : لاهور' الفیصل تاجران کتب۱۹۹۱ء ج ۱ ص ۲۰۲ ۔ ۲۰۹

۸۔۲ مبارك پوری، صفی الرحمن مولانا: الرحیق المختوم: لاهور ۔ المکتبة السلفیه،

جون ۱۹۸۹ ص : ۳۷۶ ۔ ۳۷۹

۳۔۸ قریشی، ریاض حسین، ڈاکٹر: "معلمی، پیغمبرانہ فریضہ':
ماھنامہ، "افکار معلم" : لاھور، ۳ بھاول شیر روڈ، مزنگ: نومبر ۲۰۰۱
ص : ۷۔۹۔

۴۔۸ مشتاق احمد (صوابی): "جنگ بدر کے قیدیوں سے مالی فدیہ یا تدریسی
کام" : ماھنامہ افکارِ معلم : فروری ۲۰۰۲ ۔ ص : ۴۵ ۔ ۴۶۔

۹۔ القرآن، سورة المومنون ۲۲، آیة ۳۷

۱۰۔ القرآن، سورة الحاثیه ۴۵، آیة ۲۴

۱۱۔ القرآن، سورة بنی اسرائیل ۱۷، آیة ۴۹

۱۲۔ القرآن، سورة السجدة ۲۳، آیة ۱۰

۱۳۔ القرآن، سورة بنی اسرائیل ۱۷، آیة ۹۴

۱۴۔ القرآن، سورة یٰس ۳۶، آیة ۷۸۔۷۹

۱۵۔ ڈاکٹر طه حسین فی الادب الجاھلی۔ ص
(ایڈیشن ۱۳) ط ۔ دار المعارف مصر۔ ۱۹۷۹ ص : ۲۰۲ ۔ ۲۰۴

۱۶۔ فاروق خورشید، الروایة العربیة، دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۵
ط۔ دار الشروق مصر ، ص ۱۴ تا ۴۵

۱۷۔ جرجی زیدان۔ تاریخ آداب اللغة العربیة۔ ص ۴۵ (ج : ۱)
مصر ۔ ۱۹۱۴ء